پنجابی شعری صنف گھڑولی کا موضوعی جائزہ

ڈاکٹر عاصمہ قادری
ایسوسی ایٹ پروفیسر پنجابی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

عبدالرحمٰن
ریسرچ سکالر ایم فل (پنجابی)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

GHAROLI: A CLASSICAL PUNJABI GENRE

Aasima Qadri, PhD
Associate Professor of Punjabi
Department of Punjabi, University of the Punjab, Lahore

Abdul Al Rehman
MPhil Scholar (Punjabi)
Department of Punjabi, University of the Punjab, Lahore

Abstract

Punjabi is one of the oldest and richest languages of the world. It is the true career of the local tradition and heritage of the land of the five rivers - Punjab. Its classical as well as modern literary tradition encompasses all the genres of both prose and verse. Ghroli is one of its colorful classical poetic genres. It is composed in reverence of some saintly personalities and performed at the holy shrines. It is also sung and performed at the weddings in the Punjab. This article is a study of the Ghroli writing in Punjabi incorporating its examples from different poets.

Keywords:
سلطان باہو، میاں محمد بخش، گلزار مخلوی، پنجاب، رسومات، گھڑولی، کلاسیکی، پنجابی شاعری، پنجابی زبان و ادب

اہل پنجاب کی رسومات سُر سنگیت سے خالی نہیں ہوتیں۔ ہر رسم کے الگ گیت لوک ادب میں پائے جاتے ہیں۔ یہ گیت ایک جانب جمالیاتی سطح پر انسان کو بھاتے ہیں اور دوسری جانب انسانی جذبات کی ترسیل کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ ان لوک گیتوں اور لوک رسموں کا اثر، پنجاب کی کلاسیکی شاعری پر بھی پڑا۔ پنجاب کے کلاسیکی شعرا نے پنجاب کی لوک ریت سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ اس میں اضافہ بھی کیا۔ مثلاً قصہ ہیر رانجھا، قصہ سسی پنوں و دیگر کئی رومانوی قصے لوک ریت سے ہی ادب میں شامل ہوئے۔ اسی طرح کئی اصنافِ سخن بھی لوک ریت سے ہی کلاسیکی ادب میں شامل ہوئیں جیسے ڈھولا، کافی، گنڈھاں، باراں ماہ و دیگر۔ ایسی ہی اصناف میں سے ایک صنف گھڑولی ہے جو ایک لوک رسم کے ساتھ منسوب ہے۔ پنجابی کی نوکلاسیک طبع زاد شاعری میں بھی اس صنف کو اپنا لیا گیا ہے۔ لفظ ''گھڑولی'' کے ضمن میں اقبال صلاح الدین لکھتے ہیں: گھڑولی: (مونث) ۱۔ گھڑے دی تصغیر۔۔۔ نکا گھڑا ۲۔ گھڑے اُتے گھڑا، پال۔ ۳۔ ویاہ دی اک رسم۔ (۱)

اس کے متعلق مزید جانکاری سردار محمد خاں دیتے ہوئے لکھتے ہیں: گھڑولی (مث) ۱: گھڑا گھڑولی، ۲۔ چھوٹا گھڑا۔ گھڑی۔ گھڑولی بھرنا۔ ۱۔ گھڑا گھڑولی بھرنے کی رسم پوری کرنا۔ ۲۔ کُچھ پکا کر چھوٹی سی جھکّی (گھڑولی) میں ڈال کر چڑھاوا (نذر نیاز) دینے کے لئے جانا۔ (۲)

پنجابی اُردو لُغت کے مطابق: گھڑولی (مث): ۱) چھوٹا گھڑا ۲) شادی کی ایک رسم (جس میں دُلہا کی بہن اور بہنوئی وغیرہ کسی کنویں سے پانی بھر کے لاتے ہیں اس موقعہ پر جو گیت گائے جاتے ہیں وہ "گھڑولی کے گیت" کہلاتے ہیں) (۳)

گھڑولی لُغوی و قواعدی اعتبار سے لفظ ''گھڑے'' کی تانیث بھی ہے اور تصغیر بھی۔ پنجاب کی دیہاتی زندگی میں گھڑا ایک نہایت لازمی چیز ہے اور اس کی وابستگی عورت کے ساتھ ہے۔ ماضی میں دیہی علاقوں میں پانی کی قلت ایک عام بات تھی۔ پورے گھر کے افراد کے پانی کی ضرورت کو پورا کرنا گھر کی عورتوں کے ذمے تھا۔ عورتیں گھر سے دور دراز کنوؤں، ٹوبوں، نہروں یا دریاؤں سے پانی بھر کر لاتیں اور اسے سبھی گھر کے افراد استعمال میں لاتے۔ اس پس منظر میں گھڑا پنجاب کی عورت کی پہچان بن گیا۔ دوسری جانب پنجابی کلاسیکی شعرا نے بھی ان دونوں (عورت اور گھڑا) کو اپنی شاعری میں جگہ دی۔ سوہنی اور اس کا گھڑا امر ہو چکے ہیں۔ گھڑولی ایک برتن ہے جو گھڑے کی نسبت حجم میں کُچھ چھوٹا ہوتا ہے اور اس میں پانی کو ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ پنجاب میں گھڑولی ایک ایسی رسم ہے جس کا تعلق بیک وقت مذہبی رسومات کے ساتھ بھی ہے اور شادی بیاہ کی رسومات کے ساتھ بھی۔

پنجاب میں گھڑولی کی رسومات کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کی وہ گھڑولی ہے جس میں کوئی عقیدت مند

کسی صاحب مزار کے حضور کوئی منت مانتا ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں دربار پر گھڑولی بھرنے کو آؤں گا۔اس گھڑولی کو ادا کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں مختلف طریقے رائج ہیں۔گجرات اور اس کے مضافات میں گھڑولی بھرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عقیدت مندوں میں سے کوئی مرد، زنانہ لباس پہنے ایک خاص قسم کی " گھڑولی" جو رنگا رنگ شیشوں اور نقش و نگار سے مزین ہوتی ہے، سر پر اُٹھائے ہوتا ہے اور اس کے اردگرد ہر عمر کے لوگ ناچتے اور گاتے ہوئے چلتے ہیں۔دربار پر پہنچ کر اس گھڑولی میں پانی بھر کے اس میں شیرینی ملائی جاتی ہے اور دربار پر موجود سبھی زائرین کو یہ مشروب پیش کیا جاتا ہے۔جبکہ ساہیوال، کمالیہ اور دیگر راوی کے علاقوں میں گھڑولی کا طریقہ تھوڑا سا مختلف ہے۔جو عورت منت مانتی ہے، مُراد پوری ہو جانے کی صورت میں وہی گھڑولی اُٹھاتی ہے۔گھڑولی اُٹھانے والی سب لوگوں سے آگے چلتی ہے اور باقی لوگ اس کے پیچھے ایک قطار میں ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے اور گھڑولی کے گیت گاتے چلے جاتے ہیں۔بعض اوقات گھڑولی اُٹھانے والی ہی گیت بھی گاتی ہے۔دربار پر رسم گھڑولی کے لیے کوئی خاص دن مقرر نہیں لیکن کوشش کی جاتی ہے کہ گھڑولی سالانہ میلے کے موقعے پر اُٹھائی جائے۔اگر یہ ممکن نہ ہو تو جُمعہ کے دن یا پھر کسی بھی دن یہ رسم ادا کی جا سکتی ہے۔اس قسم کی گھڑولی پر گائے جانے والے گیتوں میں زیادہ تر حمد، نعت، صاحب مزار کی تعریف، صاحب مزار کے مناقب و کرامات، عقیدت مندوں کی خیر کی دُعائیں اور مناجاتیں وغیرہ ہوتیں ہیں۔

دوسری قسم کی گھڑولی شادی کے موقع پر سجائی جاتی ہے۔شادی والی گھڑولی سے متعلق فضل پرویز لکھتے ہیں:

> گھڑولی عصر کے وقت دُولہا کے گھر والیاں اپنے بہترین کپڑوں میں کسی ندی، دریا یا کنوئیں کی طرف جاتی ہیں۔ان سب کے جُھرمٹ میں دولہا کی بہن ریشمی اور موتیوں سے سجی ہوئی اینڈوی پر رنگین اور منقش ننھا سا گھڑا اُٹھائے اِٹھلا اِٹھلا کر چلتی ہے۔گھڑا نہایت خوبصورت اور نفیس رومال سے ڈھانپا ہوتا ہے۔سب لڑکیاں دیکھنے سُننے والوں سے بے نیاز گھڑولی کا گیت گاتی ہوئی ندی تک جاتی ہیں۔گھڑولی بھری جاتی ہے اور پھر واپس لوٹتے وقت بھی وہ گیتوں کی لے پر قدم بہ قدم چلتی ہوئی گھر پہنچتی ہیں جہاں دولہا کا باپ یا بڑا بھائی گھڑولی اُتروا تا ہے اور شگن کے طور پر گھڑولی والی کو کچھ رقم دیتا ہے جسے "لاگ" (نیگ) کہتے ہیں
>
> گھڑولی کا گیت یوں ہے۔
>
> واہ وا گھڑولی بھر آئیاں
>
> اَلیاں ناچھنکار سرے تے دھر آئیاں
>
> واہ وا گھڑولی بھر آئیاں

گھڑولی میری بھاری دوپٹہ گلناری
سُونی گل مہاڑی میں ماہی نال لڑآئیاں
واہ واگھڑولی بھرآئیاں (۴)

یعنی میں گھڑولی بھر آئی ہوں۔اپنے ماتھے کو''اَلیاں''(ماتھے کا زیور جو ٹیکہ سے ملتا جلتا ہے) کی جھنک سے میں سجا آئی ہوں۔میں گھڑولی بھر آئی ہوں میری گھڑولی بھاری ہے اس پر دوپٹہ گلناری پڑا ہے۔سب لڑکیاں میری بات سُنیں کہ میں اپنے محبوب سے جھگڑ کر آ گئی ہوں۔

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ افضل پرویز صاحب کے نزدیک گھڑولی کی رسم ادا کرنے کا روایتی حق صرف دولہے کی بہن کے پاس ہے۔حالانکہ ایسا نہیں۔ڈاکٹر نوید شہزاد کے مطابق:

''گھڑولی بھرن دی رسم صرف بھیناں نہیں بلکہ بھیناں تے بھرجائیاں رل کے ادا کردیاں نیں۔کئی واروِیاہنڈر دا بھنویا وی اس رسم وچ شرکت کرداا ے۔اوہ کھونڈی پھڑ کے اگے اگے ٹُرداا ے تے اوہدے مگر اوہدی زنانی (وِیاہنڈر دی بھین) گھڑولی چُک کے مٹک مٹک ٹردی اے۔دوجیاں سوانیاں ایہناں اُتے لال چُنی نوں چونہاں کنیاں توں پھڑ کے تان لیندیاں نیں اتے سجے کھبے تے پچھے نال نال ٹُردیاں جاندیاں نیں نالے گاون چھوہ دیندیاں نیں

''وے کو بھاراوے بدھے گانے دے نال
بھلا سانوں بھر کے چواویں وے،خواجہ سید جلال
بھین بھریسی وے بھرن نہ دیسی وے
نیلے گھوڑے دی واگ پھدیسی وے
بانہواں پھڑ کے وے عرض کریسی وے
مینوں لئی چل نال
بھلا تیرے نال جاساں وے،خواجہ سید جلال (۵)

یعنی گانے کے ساتھ وزن باندھے۔کاش کہ ہمیں ہماری گھڑولی خواجہ سید جلال بھروا کر اُٹھائیں۔یہ گھڑولی دُلہا کی بہن ہی بھرے گی کسی اور کو نہ بھرنے دے گی۔اور نیلے گھوڑے کی لگام بھی بہن ہی پکڑے گی۔بازو پکڑ کر یہ عرض کرے گی کہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلو۔اور میں تو خواجہ سید جلال کے ساتھ جاؤں گی۔

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ گھڑولی دُلہے کی بہن یا بھاوج سجاتی ہیں۔اس گھڑولی کو اُٹھانے کے لیے سُہاگن عورت کو ترجیح دی جاتی ہے جیسا کہ ڈاکٹر شہباز ملک نے لکھا ہے:

''سُہا گناں بھا گناں ڈھا کاں تے گھڑے چُک کے پنڈ دے کھوہ توں پانی لین واسطے گروپ دی شکل وچ جاندیاں نیں نال نال گھڑولی دا گیت گاوندیاں جاندیاں نیں''۔(۶)

یعنی سُہاگنیں اپنی کمر پر گھڑے اُٹھائے ہوئے گاؤں کے کسی کنویں سے پانی لینے کے لیے گروہ کی شکل میں جاتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ گھڑولی کا گیت گاتی ہیں:

گھڑولی کا ایک لوک گیت یہ ہے:

''ایہ گھڑولی پھُلاں تولی، کر بسم اللہ چائی اے
ویر میرے نوں گانا سوہے، پھُمناں رِم جھم لائی اے
ایہ گھڑولی پھُلاں تولی، کر بسم اللہ چائی اے
ویر میرے نوں جوڑا سوہے، بٹناں رِم جھم لائی اے
ایہ گھڑولی پھُلاں تولی، کر بسم اللہ چائی اے
وِیر میرے نوں کھُسہ سُوہے، تِلے رِم جھم لائی اے
ایہ گھڑولی پھُلاں تولی، کر بسم اللہ چائی اے
وِیر میرے نوں سہرا سوہے، لڑیاں رِم جھم لائی اے(۷)''

یعنی یہ گھڑولی جو پھولوں سے بھری ہوئی ہے اسے میں نے بسم اللہ کہہ کر اُٹھالیا ہے۔ میرے بھائی کو یہ گانا سُہا رہا ہے کہ اس پر پھول مہک رہے ہیں۔ یہ گھڑولی کہ جو پھولوں سے بھری ہوئی ہے اسے میں نے بسم اللہ کہہ کر اُٹھالیا ہے۔ میرے بھائی کو یہ لباس سوبھ رہا ہے کہ اس پر بٹن چمک رہے ہیں۔ یہ گھڑولی کہ جو پھولوں سے بھری ہوئی ہے اسے میں نے بسم اللہ کہہ کر اُٹھالیا ہے۔ میرے بھائی کا کھُسہ (ایک خاص قسم کا جوتا) بھی اسے بھلا لگ رہا ہے اور اس کا تلا اس پر چمک رہا ہے۔ یہ گھڑولی کہ جو پھولوں سے بھری ہوئی ہے اسے میں نے بسم اللہ کہہ کر اُٹھالیا ہے۔ میرے بھائی کو اس کا سہرا سُہانا لگ رہا ہے کہ اس کی لڑیاں بھی چمک دمک رہی ہیں۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ دُلہے کی بہن یا بھاوج ایک نقش ونگار سے مزین گھڑولی اپنے سر پر اُٹھاتی ہے۔ اور اس کا شوہر اس گھڑولی سے بندھے پلو کو تھامے اس کے آگے آگے چلتا ہے اور باقی عزیز واقارب ان کے آس پاس ڈھول پر رقص کرتے اور گھڑولی کے گیت گاتے ہوئے چلتے ہیں۔ پھر یہ کسی نزدیکی دربار، مسجد یا کنویں سے پانی بھرتے ہیں اور واپس اسی طرح ناچتے گاتے دُلہے کے پاس آتے ہیں۔ جس عورت نے یہ گھڑولی اُٹھائی ہوتی ہے وہ گھڑولی رکھنے سے پہلے دُلہا سے اپنے نیگ (پنجابی میں لاگ) کا مطالبہ کرتی ہے۔ لاگ ملنے کے بعد اس گھڑولی کے پانی کے ساتھ دُلہے کو ''کھارے'' (کھارے پر نہانے کی بھی ایک الگ رسم ہے) پر بٹھا کر نہلایا جاتا ہے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر نوید شہزاد لکھتے ہیں:

''ویاہنڈر دا پیو یا وڈا بھرا گھڑولی بھرن والی نوں گھڑولی دا لاگ دیندا اے تے نال اگے ودھ کے سروں گھڑولی لاہندا اے۔ فیر گھڑولی دے پانی وچ ہور پانی ملا کے کھارے دے رسم ادا کردیاں ویاہنڈر نوں نہوایا جاندا اے"۔(۸)

یعنی دُلہے کا باپ یا بڑا بھائی گھڑولی بھرنے والی کو نیگ دیتا ہے اور ساتھ ہی آگے بڑھ کر اس کے سر سے گھڑولی اُتارتا ہے۔ پھر گھڑولی کے پانی میں مزید پانی ملا کر کھارے کی رسم ادا کرتے ہوئے دُلہا کو نہلایا جاتا ہے۔

اس گیت سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ شادی کی گھڑولی میں گائے جانے والے گیتوں میں دُلہے اور دُلہن کے متعلق نیک خواہشات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ غالب گُمان ہے کہ یہ شادی بیاہ پر سجائی جانے والی گھڑولی ہی درباروں پر سجائی جانے والی گھڑولی کی اصل ہے کیوں کہ اہل پنجاب میلے کو عُرس بھی کہتے ہیں اور عُرس کے لُغوی معنیٰ شادی کے ہیں۔ جب شعرا نے لوک گیتوں میں گھڑولی جیسی پُر اثر اور وسیع صنف دیکھی تو اُنھوں نے اسے اپنے مُرشد سے عقیدت کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور عوام جو خود ان بزرگ ہستیوں سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اُنھوں نے بھی ان گھڑولیوں کو زبانی یاد کیا اور عُرسوں، میلوں اور دیگر موقعوں پر انھیں گا کر شعرا کی قدر دانی و حوصلہ افزائی کی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ صنف پورے پنجاب میں لکھی اور گائی گئی۔ ایک اور اہم امر یہ ہے کہ صنف گھڑولی کے عروج کا زمانہ اُنیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کا ہے۔ اس دور میں کئی عقیدت مندوں نے گھڑولی لکھی۔

گھڑولی دراصل ایک موضوعاتی صنف ہے جس میں کسی بزرگ کی تعریف عقیدت مندانہ پیرائے میں کی جاتی ہے۔ اس کے لیے کوئی خاص ہئیت مقرر نہیں۔ کُچھ گھڑولیاں ہمیں سی حرفی کی صورت میں ملتی ہیں۔ جیسے میاں محمد خدا بخش کی یہ گھڑولی جو ایک طرف سی حرفی کی ہئیت لیے ہوئے ہے اور دوسری طرف پانچ مصرعے ہونے کی وجہ سے مخمس سے بھی ملتی ہے:

''الف اللہ دی ذات گرامی   جو خالق مخلوق تمامی
قادر حیّ قیوم مدامی   نِت اوس سجدہ کرنی ہاں
واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں (۹)''

یعنی اللہ عزوجل کی ذات گرامی ہے جس نے تمام مخلوقات کو تخلیق کیا۔ وہ سدا سے قادر، حی اور قیوم ہے اُسے میں روزانہ سجدہ کرتی ہوں۔ میں خوشی و رغبت سے اُس کی گھڑولی بھرتی ہوں۔

اسی طرح ایک گھڑولی جو حافظ فیض رسول خدا بخش کی لکھی ہوئی ہے وہ بھی سی حرفی کی ہی صورت رکھتی ہے جبکہ چھے مصرعے ہونے کی وجہ سے اسے مسدس بھی کہا جا سکتا ہے:

''الف اللہ سر جنہاراجی   باغ دُنیا لائیس ساراجی
ظاہر کیتُس گل پیاراجی   پھل پھل شگوفیاں دے نال
بھلا شالا کھڑ دیاں نوں ویکھاں جی   گھڑولی لعل (۱۰)''

یعنی اللہ ہی ہے جو خالق ہے۔اسی نے گلستان دُنیا تخلیق فرمایا۔اور اسی نے دُنیا و مافیہا کو اس کی تمام رعنائیوں کے ساتھ ظاہر کیا۔کاش کہ میں ان کے اظہار کو بھی دیکھوں۔

کُچھ گھڑولیاں بندوں کی صورت میں لکھی گئی ہیں ہر بند میں مصرعوں کی تعداد ہر شاعر نے اپنی مرضی سے رکھی ہے کُچھ مربع ہیں، کُچھ مخمس، کُچھ مسدس اور کُچھ مسبع اس ضمن میں ایک شاعر نے خوب بات کہی:

ہُن اگوں ٹور گھڑولی نوں پنج مصرعہ بیت بناواں میں
جتھے شوق دلیو چہ آوے اوتھے من اپنا پرچاواں میں
یا میں تیرے کول دل افسوس مٹاواں میں
یا جتھے مجلس یاراں والی اوتھے بیٹھ بناواں میں
ایہ پیکے وسنا چار دِہاڑے اوڑک کاج پرنینائے
کرو تیاری بھرو گھڑولی ہِک دن ساتھ لدانائے (۱۱)

یعنی اب گھڑولی کو آگے بڑھا کہ جس کا میں پانچ مصرعوں ایک بند بناتا ہوں۔جس مقام پر میرے دل میں شوق بڑھ جاتا ہے وہاں میں اپنی مرضی سے اپنے دل کو راضی کر لیتا ہوں۔یا پھر میں تیرے ساتھ اپنے دل کا غم رفع کر لیتا ہوں یا جہاں میرے دوستوں کی مجالس ہوں وہاں بیٹھ کر میں یہ اشعار بناتا ہوں۔میکے میں چند دن ہی بسنا ہے کُچھ عرصے بعد ضرور ہم بیاہ دیئے جائیں گے۔اس لئے سبھی اپنی اپنی تیاری کرو کہ ایک دن اسی گھڑولی نے ہی ایک دن ہمارے ساتھ جانا ہے۔

کُچھ گھڑولیاں مستزاد کی صورت میں لکھی گئیں ہیں جیسے سید شاہ محمد جمیل کی یہ گھڑولی:

میرے پیر دا اعلیٰ شان اے   جس تے عاشق خود رحمان اے
سوہنا سوہنیاں دا سردار   میرا جیوے چن اسرار   گھڑولی بھر آئی آں (۱۲)

یعنی میرے مُرشِد کی شان اعلیٰ ہے کیونکہ ان کا محبّ خود رحمٰن ہے۔میرے مُرشِد نہ صرف اچھے ہیں بلکہ وہ تمام اچھوں کے سردار ہیں۔میرے مُرشد اسرار زندہ سلامت رہیں۔کہ میں اُن کے لیے یہ گھڑولی بھر آئی ہوں۔

مندرجہ بالا امثال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گھڑولی ایک موضوعاتی صنفِ سخن ہے نہ کہ ہیئتی۔کیوں کہ اس کو لکھنے کے لیے کسی ایک ہیئت کی تخصیص نہیں ہے بلکہ شاعر اپنی مرضی سے کوئی بھی فارم اپنا سکتا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی شاعر کے لیے اس امر کا خیال رکھنا بھی از حد ضروری اے کہ گھڑولی میں موسیقیت کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہو کیوں کہ گھڑولی عام طور پر ڈھول کی تھاپ پر گائی جاتی ہے اور یہ تب ہی اپنا رنگ جما سکتی ہے جب اس میں ترنم پایا جائے۔

موضوعاتی حوالے سے گھڑولی ایک ہمہ جہت صنف ہے۔اس میں بہ یک وقت حمد،نعت،منقبت، پند و نصائح،رموزِ تصوف و دیگر اخلاقی مضامین بیان کیے جا سکتے ہیں۔پنجابی شاعری کی روایت ہے کہ ہر کلام کی ابتدا حمد سے ہوتی ہے۔اسی روایت کے پس منظر میں میاں محمد خدا بخش کی گھڑولی میں سے حمد کا نمونہ دیکھیں:

"ب باغ توحید ہمیشہ تازہ　　پھل شگفتہ بے اندازہ　　ہو بلبل میں کراں آوازہ
صفت اللہ دی پڑھنی ہاں　　واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں"(۱۳)

یعنی باغ توحید ہمیشہ سے تازہ ہے۔اس میں بے شمار شگفتہ پھول کھلے ہوئے ہیں۔میں بھی اس باغ میں بُلبل کی طرح خوش ہو کر اللہ عزوجل کی صفت و ثنا پڑھتی ہوں۔میں بھی کیا ہی خوب گھڑولی بھر رہی ہوں۔

حمد کے بعد نعت ضروری ہے ہر شاعر نے نعت میں نئے نئے نکات کی جانب اشارہ کر کے اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا ہے:

''ت تاج نبیاں سرور عالم　　جس تھیں فخر کیتا سی آدم　　جبرائیل ہویا اُس دا خادم
میں بھی لگی چرنی ہاں　　واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں''(۱۴)

یعنی تاج نبوت اور کونین کے سرور حضرت محمد ﷺ ہیں کہ جن پر حضرت آدم علیہ السلام نے بھی فخر کیا اور جبرائیل امین جیسے مقرب ملائک بھی ان کے خادم ہیں۔میں ان کے قدموں پر پڑی ہوں۔

حمد و نعت کے بعد خلفائے اربعہ کی منقبت پیش کی جاتی ہے:

"ث ثابت صدقوں یار نبی دے　　منّے سچے نال عقیدے　　چُم انگوٹھا اُپر دو دیدے
نام میراں پر دھرنی ہاں　　واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں"(۱۵)

یعنی نبی اکرم ﷺ کے تمام اصحاب صداقت میں ثابت قدم ہیں۔جو ان سے سچی عقیدت رکھتا ہے وہ ان کا نام سُن کر انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے۔میں میر میراں حضرت غوث اعظم کا نام بھی یاد کرتی ہوں۔

حمد،نعت اورمنقبت کے بعدشاعر اپنے مُرشد کی مدح بیان کرتا ہے:

"خ خبر مشہور ایہ عامی　　اسم بُلاون خاص عوامی　　حضرت میاں ڈونگھا نامی
نام لیاں میں ٹھرنی ہاں　　واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں"(۱۶)

یعنی یہ خبر تمام عوام وخواص میں مشہور ہے۔عوام وخواص سبھی میرے مُرشد حضرت میاں ڈونگھا کا نام پکارتے ہیں۔ یہ ایسا نام ہے جسے پُکارنے پر مُجھے سُکھ ہوتا ہے۔

مرشد کی مدح کے بعد شاعر نے کلمے کی فضیلت وفوائد کے متعلق ہی ساری نظم لکھی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی دُنیا کی بے اثباتی اپنے گُناہوں پر نوحہ خوانی اور رب غفور ورحیم کی بارگاہ میں مناجات پیش کر کے اپنی مغفرت کی درخواست کی کلمہ طیبہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

''ز زہد عبادت جو کُجھ ساری　　کلمے باجھوں کُل بے کاری
دو جگ کلمے دی سرداری　　اس پڑھیاں نہیں ڈرنی ہاں
واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں

س سیاہی دور ایہ کردا　　جو کوئی نال یقین اس پڑھدا　　سئے برساں دا کُفر اُتر دا دِین
قلعے وچ وڑنی ہاں　　واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں

ک کلمہ ہے زکوۃ بدن دی　　ویکھ حدیث رسول زمن دی　　کردا دور پلیدی من دی
پڑھ میں صاف نتر دی ہاں　　واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں"(۱۷)

یعنی تیرا زہد وعبادت جو کُچھ بھی ہے وہ سب کلمے کے بغیر رائیگاں جائے گا۔کیونکہ دونوں جہانوں میں کلمہ ہی افضل ہے۔کلمے کو پڑھنے سے میرے تمام خوف دور ہو جاتے ہیں۔ یہ کلمہ دل کی سیاہی دور کرتا ہے۔جو کوئی یقین سے اسے پڑھتا ہے اس پر سے صدیوں سے جما ہوا کفر اُتر جاتا ہے۔کلمہ دین کا قلعہ ہے جس کے اندر میں پناہ حاصل کرتی ہوں۔کلمہ بدن کی زکوۃ ہے۔اگر یقین نہ آئے تو رسول اللہ کی حدیث دیکھ۔یہ کلمہ من کی پلیدی کو دور کرتا ہے اس لئے میں اسے پڑھ کر پاک وصاف ہو جاتی ہوں۔

موت ایک حقیقت ہے۔اس حقیقت کو صوفیا نے اخلاقی زندگی سنوارے کے لیے استعمال کیا۔یہی صوفیانہ سوچ ہی شاعر نے اپنا کر موت کی حقیقت اور دُنیا کی بے ثباتی کی جانب توجہ دلوائی اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اس دارِفانی سے کوچ کرنے کے بعد کلمہ طیبہ ہی ہماری بخشش کا وسیلہ ہو سکتا ہے۔شاعر کہتا ہے:

ل لیسن چک ڈولا میرا　　ترائے سے سٹھ جواب اوکھیرا　　کلمے باجھ نہ ہوگ نبیڑا
کلمے نال نبڑنی ہاں　　واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں(۱۸)

یعنی جب میری ڈولی (مُراد جنازہ) اُٹھا لیا جائے گا۔اُس وقت تین سو ساٹھ سوالوں کے جواب دینا میرے لیے بہت مشکل ہوگا۔اس موقعہ پر بھی کلمہ ہی ساتھ دے گا،اور کلمے کی برکت سے ہی میں کامیاب ہوسکتی ہوں۔

آخر میں شاعر اپنی خطاؤں اور لغزشوں پر ندامت کا اظہار کر کے اپنی بخشش کے لیے پُر اُمید ہے اور بارگاہ ایزدی میں درخواست گُزار ہے کہ کلمہ طیبہ کے ساتھ اُس کا رشتہ ہمیشہ قائم رہے:

میں ضائع سب عمر گزاری	نیکی اک نہ کیتی کاری	پاپ بھری میں اوگنہاری
اس تھیں نہیں مُکرنی ہاں	واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں	یارب فضلوں بخش خطائیں
آرزو دل دی نال عطائیں	بخش مینوں میں نت دُعائیں	پڑھدی لاتذرنی ہاں
واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں	کلمے نال نبھائیں یاری	جدکی جمی میں نکاری
منگی کلمے نال بے چاری	کلمے نال ہی پرنی ہاں	واہ واہ گھڑولی بھرنی ہاں (۱۹)

یعنی میں نے اپنی ساری عمر ضائع کر دی۔کیونکہ میں ایک بھی نیکی نہ کر سکی۔بلکہ میں تو گناہوں سے بھری ہوئی ہوں یہ ایسی حقیقت ہے جس سے مجھے مفر نہیں۔لیکن اے میرے رب اپنے فضل سے میری خطائیں بخش دے۔اور میرے دل کی خواہشات پوری کر دے۔اُن دعاؤں کو شرف قبولیت بخش جو میں نے تیری بارگاہ میں عرض کی ہیں۔اور لاتذرنی پڑھ کر میں تیرے اوپر اُمید رکھتی ہوں۔کلمے سے اپنی جُڑت قائم رکھنا۔جب سے میں پیدا ہوئی ہوں کلمے سے منسوب ہوں اور کلمے کے ساتھ ہی میرا رشتہ ہے۔

مذکورہ بالا ساری نظم (گھڑولی) میں کلمہ طیبہ کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔کلمہ طیبہ بے شک مسلمانوں کے لیے اُن کے ایمان کی اصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ کئی صوفیا نے کلمہ طیبہ کے ورد کا خاص اہتمام کیا ان میں خاص اہمیت کے حامل حضرت نوشو گنج بخش کلمے کی تلقین کُچھ اس طرح کرتے ہیں:

’’کلمہ پاک پڑھایا کفر شرک گوایا　　　　سدھے راہوں گھتھیاں نوں راہ لگایا‘‘(۲۰)

یعنی میرے مُرشد نے کفر و شرک میں غلطاں لوگوں کو کلمہ پڑھا کر ان کا کفر و شرک زائل کر دیا۔اور راستہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔

نوشہ گنج بخش کے کلام میں ہمیں کلمہ کی اہمیت اور فضیلت کے اور بھی بہت سے اشعار مل جاتے ہیں۔ان کے علاوہ حضرت سلطان باہو کے کلام میں بھی ہمیں کلمہ کی تلقین کے کئی اشارات ملتے ہیں جیسا کہ:

اندر کلمہ کل کل کردا عشق سکھایا کلماں ہو
چوداں طبق کلمے دے اندر قرآن کتاباں علماں ہو

کانے کپ کے قلم بناون لکھ نہ سکن قلماں ہو

باہو ایہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا زرا نہ رہیاں الماں ہو(۲۱)

یعنی عشق سے پڑھا جانے والا کلمہ شعورانسانی میں موجیں پیدا کرتا ہے۔ کلمے کے اندر چودہ طبقات کا علم ہی نہیں بلکہ اس میں قرآن کا تمام علم موجزن ہے۔اس علم کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ اگر ساری دُنیا کے سرکنڈوں کی قلمیں بنالی جائیں پھر بھی وہ اس کا احاطہ نہ کرسکیں۔اے باہو مجھے یہ کلمہ میرے مُرشد نے پڑھایا ہے جسے پڑھ کر مجھے کوئی رنج الم نہیں رہا۔

کلمہ مسلمانوں کی زندگی میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔اہل تصوف اسے منازل سلوک طے کرنے کے لیے تلقین کرتے ہیں جب کہ عوام کلمے کے متعلق یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ اس کی برکت سے تمام مشکلات ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ میت کو دفنانے سے پہلے بھی میت کو کلمے کی تلقین کی جاتی ہے۔میت کو کلمہ کی تلقین کرنے کا انداز بھی مذکورہ بالا گھڑولی سے ملتا ہے۔

یہاں ایک ایسی گھڑولی کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں نعتیہ مضامین کو پیش کیا گیا ہے یعنی یہ ایک طویل نعتیہ نظم کی شکل میں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے اہم واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جیسے پیدائش، واقعہ معراج، حُسن صورت، حُسن سیرت اور رسول اللہ کے دیگر شمائل آخر میں شاعر نہایت عاجزی سے رسول اللہ کی شفاعت کا خواہاں ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے متعلق شاعر نے کُچھ یوں کلام کیا:

”ظ ظاہر منور جی　　　ماڑی کسریٰ کنبے تھر تھر جی

ٹکڑے ہوئے بُت یکسر جی　　　دُلہے نبی دے جمن نال

بھلا مولا کُفر ونجایا جی　　　گھڑولی لعل (۲۲)“

یعنی جب رسول اللہ کا وجودِ منور ظاہر ہوا تب کسریٰ کا محل تھر تھرا گیا۔اور یکا یک بتوں کے ٹکڑے ہو گئے۔اور یہ سب اُس وقت ہوا جب آپ ﷺ ابھی اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

واقعہ معراج کے ضمن میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے:

ع عالی منصب نوشہ پایا جی　　　مہ فلک تھیں سد منگایا جی

دو کھن ہو کر حاضر آیا جی　　　ہک پلک اندر فی الحال

بھلا کلمہ آکھ زبانوں جی　　　گھڑولی لعل (۲۳)

یعنی اس دُلہا نے (مراد رسول اللہ نے) نہایت بلند رتبہ حاصل کیا۔کہ انھیں آسمانوں سے بُلایا گیا۔بعد از شق الصدر رسول اللہ سفر معراج پر روانہ ہوئے۔اور پورا سفر معراج پلک جھپکنے کے عرصے میں طے ہوا۔زبان سے کلمہ پُکارتے رہو۔

رسول اللہ کے اخلاق حمیدہ واوصافِ مجیدہ کو شاعر نے نہایت مختصر مگر خوبصورت پیرائے میں پیش کیا ہے:

ل لطف وادھو، بہت حلیمی جی — عجز زاری ہور یتیمی جی
شاہ نبی دی خو قدیمی جی — سخی دُولہا مینہہ مثال
بھلا ہر دم نور برستے جی — گھڑولی لعل (۲۴)

یعنی رسول اللہ کی طبیعت مبارک میں لطف،عنائت، حلم، عجز اور انکساری بہت ہے۔اور یہ سب صفات اُن میں اُس وقت سے ہیں جب سے وہ تخلیق ہوئے۔اوران صفات کا ان کی ذات میں ہونا بالکل بارش کی طرح ہے جس سے ان کی ذات گرامی پر ہر وقت نور برستا رہتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کرنے میں بھی شاعر نے منفرد انداز اپنایا ہے:

ن نوح نبی دا بیڑا تاریو جی — پتن لگا تیرے پاروں جی
باغ بہاراں ہوئے ناروں جی — ابراہیم اُتے فی الحال
بھلا برکت نور تیرے دی جی — گھڑولی لعل (۲۵)

یعنی آپ ہی کے نور کی بدولت کشتی نوح اپنے مقام پر پہنچی،اور ابراہیمؑ کے لیے آگ گلزار ہوئی تو اس کی وجہ بھی آپ کا وجود مسعود ہے۔

آخر میں شاعر نے اپنے لیے بارگاہ ایزدتعالیٰ میں دُعا کی ہے کہ بروز قیامت اسے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو:

ی یارب میں بھی عاصی تیرا جی — کر محمد میراں شافع میرا جی
کلمے اُپر کریں نبیڑا جی — توں بھی صاحب فضل کمال
بھلا میں غُلام نبی دا جی — گھڑولی لعل (۲۶)

یعنی اے اللہ میں تیری بارگاہ میں بطور مجرم حاضر ہوں۔میرے نصیب میں حضرت محمد ﷺ کی شفاعت لکھ دے۔آخری وقت میں کلمہ نصیب ہو۔میں آپ کے فضل وکمال کا بھی معترف ہوں اور آپ کے حبیب کی غلامی میرے لیے باعث فخر ہے۔

کُچھ گھڑولیاں پند ونصائح کے مضامین کی حامل ہیں جیسے کہ گھڑا گھڑولی جدید میں شاعر مُختلف قسم کی تمثیلات کے ذریعے سے یہ سمجھا تا ہے کہ نیک اعمال ہی سرمایۂ دُنیاوآخرت ہیں:

جد ماپیو دے گھر جمی ساں،میرا چنگا نام رکھایا ہے
وت کھیڈن نال سہیلیاں پیا سکھایا ہے

میں عقل فکر کُجھ مول نہ کیتا، کُڑیاں نال کھیڈیا ہے
فجر گئی ہوئی پیشی ڈیگر، چرخہ مول نہ ڈاہیا ہے
کرو تیاری بھرو گھڑولی ہِک دِن ساتھ لدانا اے (۲۷)

یعنی جب میں ماں باپ کے گھر پیدا ہوئی تو انھوں نے میرا نام بہت اچھا رکھا۔اس کے بعد سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے کا وقت آیا۔اس وقت میں نے عقلمندی سے کام نہ لیا اور سہیلیوں سے کھیلتی رہی۔فجر بیت گئی اور ظہر وعصر کا وقت بھی نکل گیا (مُراد جوانی اور بڑھاپا بھی گزر گیا) لیکن میں نے چرخہ پر کام نہ کیا (مُراد نیک اعمال نہ کیے) اے ساتھیو گھڑولی بھرنے کی تیاری کرو کیوں کہ ایک نہ ایک دن ہم نے یہاں سے گزر جانا ہے۔

اس بند میں شاعر نے کھیلنے سے مُراد کاروبارِ دُنیا میں انسانی مصروفیت ودلچسپی کو ظاہر کیا ہے جب کہ اُس کا ماننا ہے کہ اس دُنیا میں ہم عبادت کرنے کے لیے آئے ہیں جو ہم نہیں کر رہے۔لیکن وہ وقت لازمی آئے گا جب ہم اس دُنیا کو چھوڑ کر چلے جائیں گے لیکن اُس دن یہ کاروبارِ دُنیا ہمارے کسی کام نہ آئے گا۔قصہ مختصر یہ کہ گھڑولی کے مضامین میں صرف حمد، نعت، منقبت اور مدح ہی نہیں بیان کی جاتی بلکہ ان میں اخلاق کی درستی، ذکر، فکر و دیگر معاشرتی، اخلاقی واخروی پہلوؤں کے متعلق تربیت بھی کی جاتی ہے۔لیکن پنجاب میں چوں کہ اولیائے کرام کو خاص عقیدت حاصل ہے، اس لیے اولیاء اللہ کی شان میں لکھی جانیوالی گھڑولیاں زیادہ مقبول ہیں۔ایسی ہی گھڑولیوں میں سے ایک گھڑولی یہاں پیش کی جاتی ہے:

میرا جیوے چن اسرار/ میرا جیوے سائیں ابرار/ رکھ کلمے نال پیار/ گھڑولی بھر آئی آں
میرے پیر دا اعلیٰ شانے/ جس تے عاشق خود رحمانے/ سوہنا سوہنیاں دا سردار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی
ایہ حسبوں نسبوں اعلیٰ/ سوہنا سید اصل دو خالا/ ہووے ودھ ودھ لکھ ہزار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔۔
جیہڑیاں اسدے در تے آئیاں/ اس پکڑ باہواں گل لائیاں/ ہِک نظروں کردا اے پار/ میرا جیوے چن اسرار گھڑولی۔
ایہ دو جگ دا شہزادہ/ ایہ صاحب لُطف عطا دا/ جیہدے سر نبوی دستار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔۔
میرے پیر دے شان نیارے/ ہن تابع عرشی سارے/ خود مالک تے مُختار میرا/ جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔
سوہنا سوہنیاں شاناں والا/ کیتا دو جگ نور اُجالا/ ہر ہر پاسے گُلزار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔
کلی نبوی پاک شجر دی/ شالا مانے عمر خضر دی/ میرا سوہنا سائیں ابرار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔۔
میرا پیر محلوی سائیں/ شالا جیوے چر جگ تائیں/ ساری اُمت دا غم خوار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔۔
اُس رُتبے افضل پائے/ وچہ جگ دے فیض کھنڈائے/ درآیاں دیندائے تار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔
ایہ دلبر لاجاں والا/ سوہنا یار معراجاں والا/ آیا رف رف دا اسوار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔۔

ایہنداشان بیان قرآنے/ ایہوساڈا دین ایمانے/ ایہومکی مدنی یار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔۔
ایہدے حوراں سہرے گاون/ سب صدقے صدقے جاون/ ہن نوری تابعدار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی
ایہ لاڈلہ قطب فضل دا/ ایہ والی ہے پیر محل دا/ سارے ولیاں دی سرکار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔
ایہدی شان بلند ہے ہوئی/ اِسدی رِیس کرے نہ کوئی/ کیتا عالم پُرانوار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔
ناصر عاجز بَرداتیرا/ بھرلطفوں دامن میرا/ شالاوسدارہی دربار/ میرا جیوے چن اسرار۔گھڑولی۔۔(۲۸)

اس طرح کی گھڑولی میں مدح پیر اور نعت ملی جلی نظر آتی ہیں۔لیکن یہی وہ گھڑولیاں ہیں کہ اہل پنجاب کی عقیدت کو عرسوں اور میلوں پر اپنے مُرشد کے حضور ظاہر کرتی ہیں۔ان گھڑولیوں پر نظر ڈالنے سے واضح ہوا کہ یہ صنف سخن پنجابی نظم کے نوکلاسیکی دور کی یادگار ہے۔یہ صنف لوک گیتوں سے متاثر ہو کر نوکلاسیکی شاعری کی زینت بنی۔صنف گھڑولی کی کوئی خاص ہئیت مقرر نہیں۔گھڑولی میں عام طور پر مذہبی نوعیت کے مضامین ترتیب دیئے جاتے تھے جیسے حمد،نعت،منقبت اور تصوف کے مسائل۔یہ صنف اُنیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ہر من پیاری تھی۔

پنجاب اپنی زرخیز زمینوں اور دریاؤں کے سبب صدیوں سے ایک امیر خطہ رہا ہے۔اگر یہ مان لیا جائے کہ'انسان کا خارجی ماحول اس کی زندگی پر اپنا اثر چھوڑتا ہے' تو یہ بات پنجابیوں پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ اہل پنجاب ایک طرف زرعی حوالے سے زرخیز میدانوں اور سرسبز کھلیانوں کے باسی ہیں تو دوسری طرف وہ اپنی ذہنی زرخیزی میں کسی قوم سے پیچھے نہیں۔ثبوت کے طور پر اہل پنجاب کا لوک ادب اور کلاسیک ادب پیش کیا جاسکتا ہے جس میں اُنھوں نے نہ صرف اپنی زندگی کی حقیقت پسندانہ تصویرکشی کی بلکہ اپنی زندگی کو کامل طریقے سے گزارنے کے کئی اصول وضوابط بھی طے کیے جب کہ معاشی بالیدگی کو ہم اہل پنجاب کی عام زندگی میں دیکھ سکتے ہیں جو ایک جانب سادہ و دلنشیں ہے اور دوسری جانب خوشی وغمی کے موقعے پر دل کھول کر خرچ کرنے کی خوگر۔شاید اسی دل کھول کر خرچ کرنے کی عادت کا ہی تقاضا تھا کہ یہاں ان گنت رسوم نے جنم لیا۔پنجاب میں بچے کی پیدائش سے لے کر اُس کی زندگی کے ہر مرحلے پر اُس کا استقبال کئی قسم کی دلچسپ و پُر لُطف رسوم سے کیا جاتا ہے۔یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پنجاب کی رسمیں بھی کئی قسم کی ہیں جیسے پیدائش کی رسمیں،شادی بیاہ کی رسمیں، رحلت کی رسمیں،مذہبی رسمیں،فصل کی بوائی کی رسمیں اسی طرح فصل کی کٹائی کی رسمیں۔ان رسموں کو صرف نمود ونمائش کا سامان ہی نہیں کہا جاسکتا، بلکہ یہ رسومات ایک جانب معاشی برابری کا سامان لیے ہوئے ہوتی ہیں اور دوسری جانب انسانوں کے ایک دوسرے کے لیے پائے جانے والے مقدس جذبات کے تبادلے کا ذریعہ بھی ہوتی ہیں، جب کہ زراعت سے جُڑی رسوم انسان اور قُدرت کے آپسی رشتے کو جِلا بخشتی ہیں اور مذہبی رسوم انسان اور مذہب اور اس (مذہب) سے جُڑی ہر شے کے ساتھ ان کی والہانہ

عقیدت کا اظہار ہوتی ہیں۔ دوسری جانب یہ مذہبی رسوم انسانوں کو اپنے مذہب پر استقامت بھی بخشتی ہیں۔ ان رسوم کا ایک اور اخلاقی پہلو یہ بھی ہے کہ رسوم انسانوں میں جذبہ ایثار کو پروان چڑھاتی ہیں۔ انسانی زندگی کا ایک آفاقی اصول ہے کہ انسان کم قیمت شے کو بیش قیمت پر قُربان کر دیتا ہے خواہ وہ کم قیمت شے اُسے کتنی ہی مرغوب ہو۔ یہی اصول ہم اہل پنجاب کی رسوم میں دیکھتے ہیں کہ وہ مال و دولت کہ جس سے انسان کو فطری محبت ہے اُسے اپنے سچے جذبات وعقیدت کے سامنے ہیچ مانتے ہوئے نچھاور کر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) اقبال صلاح الدین۔ وڈی پنجابی لُغت۔ عزیز پبلشرز لاہور۔ ۲۰۰۲ء۔ ۲۳۴۴

(۲) سردار محمد خاں۔ پنجابی اُردو ڈکشنری (جلد دوئم)۔ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، ۲۰۰۹ء۔ ص ۲۸۱۶

(۳) تنویر بُخاری۔ پنجابی اُردو لُغت۔ اُردو سائنس بورڈ لاہور۔ چوتھا ایڈیشن۔ ۲۰۰۸ء۔ ۱۳۳۳

(۴) افضل پرویز۔ بن پُھلواری۔ ادارہ ثقافت پاکستان۔ اسلام آباد، ۱۹۸۴ء۔ ص ۹۰

(۵) نوید شہزاد، ڈاکٹر۔ پنجابی لوک گیتاں دا موضوعاتی مطالعہ۔ مقصود پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۷ء۔ ص ۱۴۹

(۶) شہباز ملک، ڈاکٹر۔ روپ رنگ۔ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج، آرٹ اینڈ کلچر، لاہور، ۲۰۰۹ء۔ ص ۳۵۳

(۷) ایضاً

(۸) نوید شہزاد، ڈاکٹر۔ پنجابی لوک گیتاں دا موضوعاتی مطالعہ۔ مقصود پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۷ء۔ ص ۱۵۰

(۹) میاں محمد خدا بخش۔ گھڑولی جدید۔ حمیدیہ سٹیم پریس لاہور، ۱۹۱۰ء۔ ص ۲

(۱۰) گھڑولی لعل۔ ملک دین محمد تاجر کُتب لاہور، س ن۔ ص ۲

(۱۱) الف نامہ المعروف نصیحت نامہ مع گھڑا گھڑولی جدید۔ میاں صالح محمد۔ دین محمدی پریس لاہور، س ن۔ ص ۵

(۱۲) گلزار مخلوی۔ سید شاہ محمد جمیل المعروف ناصر الدین شاہ۔ کتب خانہ سید محمد، سندیلیانوالی (لائلپور)، ۱۹۷۱ء۔ ص ۳

(۱۳) میاں محمد خدا بخش۔ گھڑولی جدید۔ حمیدیہ سٹیم پریس لاہور۔ ص ۲

(۱۴) ایضاً (۱۵) ایضاً (۱۶) یضاً۔ ص ۳

(۱۷) ایضاً۔ ص ۴ (۱۸) ایضاً۔ ص ۶ (۱۹) ایضاً۔ ص ۸

(۲۰) گنج شریف۔ حضرت نوشہ گنج بخش۔ ادارہ معارف نوشاہیہ، گجرات ۱۹۸۰ء۔ ص ۲۸۹

(۲۱) ابیات باہو۔سلطان الطاف علی۔الفاروق بک فاؤنڈیشن۔ص۱۰۷
(۲۲) گھڑولی لعل۔ملک دین محمد تاجر کتب لاہور،س ن۔ص۶
(۲۳) ایضاً۔ص۷
(۲۴) ایضاً۔ص۹
(۲۵) ایضاً۔ص۱۰
(۲۶) یضاً۔ص۸
(۲۷) الف نامہ المعروف نصیحت نامہ مع گھڑا گھڑولی جدید۔دین محمدی پریس لاہور،س ن۔ص۵
(۲۸) گلزار محلوی۔سید شاہ محمد جمیل المعروف ناصرالدین شاہ۔کتب خانہ سید محمد،سندیلیا نوالی (لائلپور)،۱۹۷۱ء۔ص۳